

حمد (امیر مینائی)

01

مشکل الفاظ و تراکیب کی تفہیم

مفہوم	الفاظ
تہائی	خلوت
خلوت کا متضاد، تہائی نہ ہونا، سرعام ہونا	جلوت
مالی، باغ کی دیکھ بھال کرنے والا	باغبان
عمیاں، نشانیوں سے عمیاں ہے	بے پردہ
چھپا ہوا، پوشیدہ	پنہاں
ظاہر	عمیاں
راز سے واقف	محرم راز
راز جاننے والا	راز داں

خلاصہ:

اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ مخلوق کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ وہاں وہاں تک پہنچ سکے جہاں جہاں اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ لاکھ حجابوں میں بے حجاب ہے اور سیکڑوں نشانیوں کے باوجود اس کی کوئی نشانی نہیں۔ وہ تہائی میں بھی ہے اور محفل میں بھی۔ وہ کائنات کی ہر چیز میں موجود ہے۔ میزباں اور مہماں وہی ہے۔ کائنات کے سارے رنگ اور خوشبو اسی کے ہیں، وہی اس باغ کا رکھوالا ہے۔ اے امیر! راز جاننے والے تو بہت ہیں مگر راز رکھنے والا وہی ہے۔

☆☆☆☆☆

شعر نمبر 1: دوسرا کون ہے، جہاں تُو ہے
کون جانے تجھے، کہاں تُو ہے

تشریح: امیر احمد مینائی کا شمار مشہور نظم گو شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کا حمد یہ کلام عشق حقیقی سے لبریز ہے۔ زیر تشریح شعر میں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے اللہ پاک تیرا کوئی ثانی نہیں۔ تیری ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے لیکن اس کی ذات کا تعین کرنا ممکن نہیں ہے۔ انسان کا شعور سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ کہاں کہاں ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ یہ ہے، یہاں ہے یا فلاں مقام پر ہے کیوں کہ کسی بھی شے کا تعین اُس وقت ہوتا ہے جب اس کے وجود کے بارے میں معلوم ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اُس وقت بھی تھی جب یہ کائنات اور اُس کی حدود تخلیق نہیں ہوئی تھیں۔

اے خالق تیرے جلوے کا پھیلا ہے نور زمانے میں
تو بستا ہے ہر بستی میں تو رہتا ہے دیرانے میں

امیر مینائی جہاں اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیری بیان کرتے ہیں وہاں مخلوق کی بے مائیگی کا ذکر بھی کرتے ہیں کہ مخلوق میں سے کسی کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ وہاں پہنچ سکے جہاں جہاں ذاتِ خداوندی موجود ہے۔ مخلوق کی موجودگی زمانے کے اعتبار سے بھی محدود ہے کیوں کہ ایک وقت تھا جب خدا کے علاوہ کچھ نہیں تھا اور ایک وقت آئے گا جب ہر شے مٹ جائے گی۔ جب ایک صد بلند ہوگی کہ اب کس کی حکومت ہے تو جواب آئے گا کہ اللہ واحد و قہار کی حکومت ہے۔ کائنات میں اللہ جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۝ اُس جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔“

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ”اور اُس کا کوئی ہمسر نہیں“

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

اسی طرح مقامات کے اعتبار سے بھی مخلوق کے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہر جگہ پہنچ سکے اور تیسری بات یہ کہ مخلوق کا عقل و شعور بھی محدود ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لامحدود اور ہمہ گیر ہونے کا صحیح شعور بھی نہیں رکھتے۔ اصل میں انسان جب بھی کسی شے کا تعین کرتا ہے تو کوئی مثال کوئی نسبت اس کے ذہن میں موجود ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جسے کسی شے سے مثال نہیں دی جاسکتی۔ گویا اس کے ہونے کا احساس تو ہو سکتا ہے لیکن اس کے وجود کا تعین کرنا ممکن نہیں۔ کسی شے کی موجودگی اور جگہ کا تعین دوسری اشیا کے حوالے سے کیا جاتا ہے کہ یہ شے فلاں شے سے فلاں سمت میں ہے، اتنی دور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ سے ہے۔ اس وقت بھی وہ تھا جب کوئی شے موجود نہیں تھی۔ وہ ہر جگہ ہے تو انسان کے عقل و فہم سے اس کی موجودگی اور ہمہ گیری بالاتر ہے۔ اکبر الہ آبادی کا کہنا ہے:

عقل میں جو گھر گیا لا انتہا کیوں کر ہوا

جو سمجھ میں آ گیا پھر وہ خدا کر کیوں ہوا

(بورڈ 2017ء)

شعر نمبر 2:

لاکھ پردوں میں ہے تو بے پردہ

سو نشانوں پہ، بے نشان تو ہے

تشریح: اللہ تعالیٰ لاکھ جابوں میں بے حجاب ہے اور سیکڑوں نشانیوں کے باوجود اس کی کوئی نشانی نہیں۔

ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان بہت سے پردے موجود ہیں لیکن ان پردوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی موجودگی کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ دوسری طرف اس کے ہونے کی بے شمار نشانیاں تو موجود ہیں لیکن اس کے وجود کا تعین کرنا ممکن نہیں۔ انسانی بصارت ایک حد تک ہی دیکھنے پر قدرت رکھتی ہے۔ کوئی شے انتہائی قریب ہو جائے یا بہت دور ہو جائے تو انسان اس شے کو نہیں دیکھ سکتا۔ محدود قوت مشاہدہ رکھنے کے بل پر انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ ہر شے دیکھ سکتا ہے۔ انسان اور اللہ تعالیٰ میں بہت سے حجابات موجود ہیں۔ اللہ کی ہستی وہ ہستی ہے جو دکھائی نہیں دیتی۔ اُس ہستی کو آج تک کسی نے نہ دیکھا، نہ ہی کوئی دیکھ سکتا ہے۔ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے دُنیا سے اوجھل ہے اور انسان کی آنکھ اُس ذات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا تَدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۝ ”آنکھیں اُس کو نہیں پاسکتیں۔“

اللہ تعالیٰ اگرچہ اپنی ذات کے اعتبار سے دنیا سے اوجھل ہے لیکن بہر حال اس کے ہونے کا احساس انسان کو رہتا ہے اور جب انسان اپنے گرد و پیش میں دیکھتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی کئی نشانیاں دکھائی دیتی ہیں۔ امیر مینائی دو مختلف حوالے سے ذاتِ باری تعالیٰ کی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان لاتعداد حجابات موجود ہیں۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ میں اور انسان میں کوئی پردہ موجود نہیں ہے۔

بے حجابی یہ کہ ہر ذرے میں جلوہ آشکار

اور حجاب ایسا کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

اقبالؒ کے بقول:

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی

ہو دیکھنا تو دیدہ دل وا کرے کوئی

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر بھی جب کوہ طور پر جاتے ہیں تو تجلی کو دیکھنے کی تاب نہیں لاتے اور بے ہوش ہو جاتے ہیں حجابات کی موجودگی کے باوجود اللہ کے ہونے کا احساس بہر حال ہوتا ہے۔ انسان چاہے اپنی ذات پر غور و فکر کرے یا کائنات پر اللہ کے ہونے کا احساس اسے ضرور ہوتا ہے۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون

کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب

کون لایا کھینچ کر پچھتم سے باد سازگار

خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے یہ نور آفتاب

ہر طرف اس کی بے شمار نشانیاں بکھری ہوئی ہیں۔ پھولوں کا کھلنا، ہواؤں کا چلنا، بارشوں کا برسنا، فصلوں کا تیار ہونا لیکن یہ بے شمار نشانیاں دیکھ کر بھی ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہم نے اللہ کو دیکھا ہے۔ جس چیز اور دیکھنے والے کے درمیان پردہ یا آڑ موجود ہو اسے دیکھنا مشکل ہوتا ہے۔ جتنے پردے زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ اتنا ہی اسے دیکھنا دشوار ہوتا ہے۔ اسی طرح جس چیز کی جتنی زیادہ نشانیاں موجود ہوں اتنا ہی اسے دیکھنا اور اس کا تعین کرنا آسان ہوتا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے کہ اس کے اور انسان کے درمیان لاتعداد پردے موجود ہیں لیکن وہ اپنے ہونے کا احساس دلاتا رہتا ہے اور بے شمار نشانیاں ہونے کے باوجود اسے دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے پردے میں اور بے نشان ہے۔ وہ اپنی صفات کے اعتبار سے بے پردہ ہے اور اُس کی بے شمار نشانیاں ہیں۔

(بورڈ 17، 2007)

شعر نمبر 3:

تُو ہے خلوت میں، تُو ہے جلوت میں

کہیں پنہاں، کہیں عیاں تُو ہے

تشریح: اللہ تعالیٰ تنہائی میں بھی ہے اور محفل میں بھی۔ کہیں وہ چھپا ہوا ہے اور کہیں وہ نمایاں ہے۔

انسان کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ کے وجود کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ انسان اکیلا ہو یا محفل میں، اُسے اللہ تعالیٰ کے ہونے کا احساس مختلف انداز میں ہوتا رہتا ہے۔ کہیں غیر محسوس طور پر اور کہیں واضح انداز میں۔ انسانی زندگی کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔ کبھی انسان ایسے مقام پر ہوتا ہے جہاں اس کے گرد و پیش میں کوئی دوسرا ذی روح موجود نہیں ہوتا اور نہ ہی زندگی کی مختلف سرگرمیاں اس کے گرد و پیش میں ہو رہی ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی ہستی انسان کے ساتھ ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَنَحْنُ اقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ ”اور ہم اُس (انسان) کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں“

تنہائی میں جب انسان کو سوچنے کا موقع ملتا ہے وہ اپنے وجود پر، گرد و پیش پر، کائنات پر، اس کے خالق پر غور و فکر کرتا ہے۔ مختلف سوال انسان کے ذہن میں آتے ہیں جب انسان ان کا جواب تلاش کرتا ہے تو اسے اللہ کی ذات کے ہونے کا یقین ہونے لگتا ہے۔

کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے

دکھائی بھی جو نہ دے نظر بھی جو آ رہا ہے وہی خدا ہے

اسی غور و فکر کے نتیجے میں انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو اس کائنات کے نظام کو چلا رہی ہے۔ جب انسان کسی محفل میں موجود ہوتا ہے تو گرد و پیش دیکھ کر اسے خالق اکبر کے ہونے کا احساس ہوتا ہے کہ وہ کیسی بابرکت ذات ہے جس نے ایسی مخلوق کو پیدا کیا

ہے۔ اسی طرح جب انسان اس کائنات پر نظر دوڑاتا ہے تو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زمین، سورج، چاند کا متعین راستوں پر چلنا، نباتات کا اُگنا، بارش کا برسنا، ہواؤں کا چلنا، ہر شے اللہ تعالیٰ کے ہونے کا احساس دلاتی ہے۔ لیکن بعض اوقات ایسے بھی ہوتا ہے کہ انسان ان معاملات پر غور نہیں کرتا تو ایسے میں ارادوں کا ٹوٹنا اللہ تعالیٰ کی پہچان کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ انسان جس حالت میں بھی ہو، تنہا ہو یا محفل میں اللہ تعالیٰ کے ہونے کا احساس کبھی تو غیر محسوس طور پر ہوتا ہے اور کبھی نمایاں انداز میں۔ یہ ممکن نہیں کہ باشعور انسان کو ایک ایسی ہستی کے ہونے کا احساس نہ ہو جو اس کائنات کے نظام کو چلا رہی ہے۔

”اور وہ تمہارے ساتھ ہے، تم کہیں ہو۔“ (القرآن)

(بورڈ 2007-2011)

شعر نمبر 4:

نہیں تیرے سوا یہاں کوئی
میزباں تو ہے، مہماں تو ہے

تشریح: دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں، اس جہاں کا میزباں اور مہماں وہی ہے۔

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔ انسان نے جب سے سوچنا شروع کیا ہے تین موضوع اس کے سامنے موجود رہے ہیں۔ ایک انسان کی اپنی ذات، یہ کائنات اور خالق اکبر۔ ہر زمانے کے دانش وروں نے اپنی اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق ان موضوعات پر اظہار خیال کیا ہے۔ صوفیائے کرام نے ان موضوعات کے بارے میں جو تصور ہمیں دیا ہے وہ وحدت الوجود کا تصور کہلاتا ہے۔ مسلمان صوفیاء میں یہ تصور سب سے پہلے حسین بن منصور حلاج نے پیش کیا جسے باقاعدہ فلسفے کی صورت محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب فصوص الحکم میں دی جس کے مطابق ہر شے میں اللہ تعالیٰ موجود ہے چاہے کوئی وجود مستقل حیثیت کا مالک ہو یا عارضی ہو۔ میزبان ہو یا مہماں ہو اللہ تعالیٰ ہر چیز میں موجود ہے۔ صوفیائے کرام کا موقف یہ ہے کہ وجود کی دو قسمیں ہیں: (1) وجود حقیقی (2) وجود غیر حقیقی

وجود حقیقی وہ وجود کہلاتا ہے جو ہمیشہ سے موجود ہو اور ہمیشہ موجود رہے۔ جو اپنی موجودگی کے لیے کسی کا محتاج نہ ہو اور جس میں کسی بھی طرح کا تغیر و تبدل واقع نہ ہو۔ جب ہم اس معیار پر مخلوق کو پرکھتے ہیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ ایک وقت تھا جب کوئی شے موجود نہیں تھی۔ ایک وقت آئے گا جب ہر شے ختم ہو جائے گی۔ مخلوق اپنی موجودگی کے لیے متعدد چیزوں کی محتاج ہے اور تمام مخلوقات مسلسل تغیر و تبدل کے عمل سے گزر رہی ہیں۔ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جو وجود حقیقی یا ذات واجب کہلانے کی اہل ہے۔ اس کا میزبان ہونا تو آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا
ہم سبھی مہماں تھے واں تو ہی صاحب خانہ تھا

جب اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور اس میں کوئی تغیر بھی واقع نہیں ہوا تو یوں اس کی حیثیت میزباں کی سی بھی ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور مہماں اس طرح کہ وہ مخلوق میں بھی جاری و ساری ہے۔

ظہور آدم خاکی سے یہ ہم کو یقین آیا
تماشا انجمن کا دیکھنے خلوت نشیں آیا

(بورڈ 2011)

شعر نمبر 5:

رنگ تیرا، چمن میں یو تیری
خوب دیکھا تو باغباں تو ہے

تشریح: اس باغ میں پھولوں کی خوشبو اور رنگت میں تم ہی ہو اور اس باغ کو پالنے والی ذات بھی تمہاری ہے۔
 کائنات کی ہر شے میں حسن الہی کی جھلک کو دیکھا جاسکتا ہے۔ جب کبھی ہم پھولوں پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کی
 رنگت اور خوشبو اللہ تعالیٰ کے ہونے کی گواہی دے رہی ہے۔ انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں اسے
 وحدت الشہود کہتے ہیں کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کے ہونے کی گواہی بھی دیتی ہے اور ہر شے میں اللہ تعالیٰ کی خوبیوں کو دیکھا بھی جاسکتا ہے اور جب
 زیادہ تفکر کیا جائے تو پھر یہ احساس ہوتا ہے کہ ان پھولوں کو پروان چڑھانے والی ہستی بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔

لہ لہ و گل میں ہے تیری نکبت

چاند تاروں میں ہے ضیا تیری

امیر بینائی کائنات کے حسن کو حسن ازل کا پر تو قرار دیتے ہیں کہ پھول اور خوشبو جو حسن کی، خوب صورتی کی علامت ہیں۔ ان کا وجود
 ذات باری تعالیٰ سے وابستہ ہے۔ حسن الہی کا اظہار ہے تو ساتھ ہی ساتھ یہ احساس بھی دلاتے ہیں کہ اس حسن اور اللہ تعالیٰ کے درمیان خالق و
 مخلوق کا رشتہ بھی ہے۔ یہ ایک حقیقت کے دو پہلو نہیں بلکہ خدا خالق ہے اور حسن مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی وہ ہستی ہے جو کائنات کی خالق
 بھی ہے، اسے زندگی عطا کرنے والی بھی ہے، اسے حسن بخشنے والی بھی ہے اور اسی ہستی کا ہر شے میں ظہور بھی ہو رہا ہے۔

گل و بلبل، بہار میں دیکھا

ایک ٹچھ کو ہزار میں دیکھا

مختصر یہ کہ کائنات کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جھلک نمایاں ہے۔ کائنات کے اس باغ کے سب رنگ اللہ تعالیٰ کی بدولت ہیں
 اور اللہ تعالیٰ ہی اس باغ کا باغباں ہے وہی اس کا پالنے والا بھی ہے۔

پہنچتا ہے ہر اک سے کش کے آگے دورِ جام اس کا

کسی کو تشنہ لب رکھتا نہیں ہے لطفِ عام اس کا

شعر نمبر 6:

محرم راز تو بہت ہیں امیر

جس کو کہتے ہیں رازداں، تو ہے

اے امیر! دنیا کے راز جاننے والے تو بہت ہیں مگر رازوں پر پردہ ڈالنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

دنیا میں بہت لوگ ہمیں جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن صحیح معنوں میں دلوں کے بھید جاننے والی فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

مفہوم:

دوسرا مفہوم:

☆☆☆☆☆